

سقیفہ کے نتائج

<?xml encoding="UTF-8">

واقعہٴ سقیفہ میں تین قسم کے مخالف سامنے آئے:

۱-انصار: جنہوں نے سقیفہ میں خلیفہ اور ان کے دونوں ہمنواؤں کی جم کر مخالفت کی یہاں تک کہ ان کے درمیان زبانی تکرار کے ساتھ لڑائی کی نوبت تک آگئی اور بالآخر عربوں کی دینی وراثت والی ذہنیت اور انصار کے دو دھڑوں میں تقسیم ہوجانے اور ان کے پرانے جھگڑوں کے سر ابھارنے کی وجہ سے اس کا خاتمہ قریش کی کامیابی پر ہوا۔

در اصل آپنے دفاع کے لئے ان کا سارا زور اسی نکتہ پر تھا جو ان کے خیال میں ان کا حق تھا اور بہت سے لوگوں کی نظر میں عزت و شرف کا ذریعہ بھی تھا کیونکہ قریش رسول اللہ کے خاندان والے اور ان کے اقرباء تھے لہذا وہ دوسرے مسلمانوں کے مقابلہ میں آپ کی خلافت و حکومت کے زیادہ حقدار تھے اسی وجہ سے ابوبکر اور ان کی تائید کرنے والوں نے سقیفہ میں انصار کے اجتماع سے دھرا فائدہ اٹھایا:

پہلے یہ کہ: انصار نے ایسا راستہ (طریقہٴ کار)آپنایا تھا جو انہیں حضرت علی(علیہ السلام) کی صف میں کھڑے ہونے اور آپ کی لیاقت و حکومت اور استحقاق کو آپنے لئے استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

دوسرے یہ کہ:ابوبکر کا ان حالات نے اس طرح ساتھ دیا کہ انہیں انصار کے مجمع میں مہاجرین کے حقوق کا تنہا مدافع بنا ڈالا اور انہیں آپنی مصلحتوں کے لئے سقیفہ سے بہتر پلیٹ فارم نہیں مل سکتا تھا کیونکہ اس وقت اس پلیٹ فارم پر ایسے بڑے بڑے مہاجرین موجود نہیں تھے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی وہاں موجود ہوتا تو پھر اس دن سقیفہ کا قصہ تمام نہیں ہوسکتا تھا۔

جب ابوبکر سقیفہ سے باہر نکلے تو ان کی بیعت صرف ان بعض مسلمانوں نے کی تھی جنہیں اس میں کچھ حصہ مل چکا تھا یا پھر وہ اس پر کسی طرح بھی سعد بن عبادہ کا قبضہ نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔

۲- بنی امیہ: جن کا ارادہ یہ تھا کہ انہیں بھی حکومت میں کچھ حصہ مل جائے تاکہ وہ آپنی کہوئی ہوئی اس سیاسی طاقت کی تلافی کرسکیں جو اسلام آنے کے بعد ان کے ہاتھ سے نکل چکی تھی۔ ان میں سب سے آگے ابو سفیان تھا اور حاکم جماعت (یعنی ابوبکر اور ان کے ساتھی) کو بنی امیہ کی مخالفت خاص طور سے ابوسفیان کی دھمکیوں اور اس کو پیغمبر اکرم نے اموال جمع کرنے کے لئے جس سفر پر بھیجا تھا اس سے واپسی پر اس نے ان کی حکومت کا تختہ الٹنے کی جو دھمکی دی تھی انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی، کیونکہ وہ بنی امیہ کی فطری دولت پرستی سے بخوبی واقف تھے اور اس طرح بنی امیہ کو حکومت کی طرف جھکانا بہت آسان تھا جیسا کہ ابوبکر نے یہی کیا تھا کہ انہوں نے آپنے بلکہ (ایک نقل کے مطابق) عمر نے ان کے لئے یہ جائز کردیا تھا کہ مسلمانوں کے جو اموال اور زکات ابوسفیان کے پاس ہے انہیں اسی کے حوالہ کردیا جائے اور اس کے علاوہ بھی بنی امیہ کے لئے حکومت کے کئی اہم دروازوں سے کچھ حصے مخصوص کردئے گئے۔

۳- بنی ہاشم اور ان کے قریبی چاہنے والے: جیسے جناب سلمان، ابوذر، مقداد رضوان اللہ تعالیٰ علیہم جو یہ سمجھتے تھے کہ فطری اور سیاسی اعتبار سے ہاشمی گھرانہ ہی پیغمبر اکرم کا اصل وارث ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حاکم طبقہ کو انصار اور بنی امیہ کے ساتھ رکھ رکھاؤ اور ان سے امتیاز حاصل کرنے میں کسی طرح کامیابی ملی۔ لیکن اسی کامیابی نے اسے ایک واضح سیاسی ٹکراؤ سے دوچار کر دیا کیونکہ سقیفہ کے حالات کا تقاضا تو یہی تھا کہ حاکم طبقہ رسول اللہ کی قرابت کو مسئلہ خلافت کی اہم گوٹ قرار دے دے اور دینی قیادت کے لئے وراثت کے راستہ کو پختہ کر دے لیکن سقیفہ کے بعد یہ صورت حال یکسر تبدیل ہو گئی اور اس مسئلہ نے اس انداز سے دوسرا رنگ اختیار کر لیا کہ اگر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قرابت کی وجہ سے آپ کی خلافت کے لئے قریش تمام عربوں سے اولیٰ ہیں تو بنی ہاشم بقیہ قریش کے مقابلہ میں اس کے زیادہ سزاوار اور مستحق ہیں۔

اس کا اعلان حضرت علی (علیہ السلام) نے ان الفاظ میں کیا تھا: جب ان کے اوپر مہاجرین نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قرابت کو حجت بنا کر پیش کیا تھا تو یہی پہلو مہاجرین کے اوپر ہماری حجت ہے اور اگر ان کی دلیل ناقص ہو جائے تو بھی ہمارے پاس دلیل موجود ہے نہ کہ ان کے لئے ورنہ انصار کا مطالبہ آپنی جگہ پر باقی ہے۔

اسی بات کی وضاحت جناب عباس نے حضرت ابوبکر سے آپنی ایک گفتگو میں اس طرح فرمائی ہے: اور تمہارا یہ کہنا کہ ہم رسول اللہ کے شجرہ سے ہیں ”تو پھر“ تم تو اس شجرہ کے پڑوسی ہو اور ہم اس کی شاخیں ہیں۔“

نیز حضرت علی (علیہ السلام) کو معلوم تھا کہ حاکم طبقہ کے دلوں میں موجودہ دہشت کی بنیاد بنی ہاشم کی مخالفت ہے کیونکہ ان کے مخصوص حالات اور (وسائل) اس نو مولود حکومت کے خلاف دو مثبت پہلوؤں سے مددگار ثابت ہوں گے۔

۱- حکومت کی دشمن پارٹیوں کو آپنے ساتھ ملا لیا جائے جیسے بنی امیہ اور مغیرہ بنی شعبہ وغیرہ جنہوں نے آپنی حمایت کی نیلامی کی بولی لگانا شروع کردی تھی اور وہ ہر رخ کو نظر میں رکھ کر اس کی بھاری سے بھاری قیمت وصول کرنا چاہتے تھے، جس کا پتہ ہمیں ابو سفیان کی اس بات سے لگتا ہے جو اس نے مدینہ پہنچتے ہی سقیفائی خلافت کے سامنے رکھی تھی، نیز اس نے حضرت علی (علیہ السلام) کو اکسانے کی کوشش کی اور جب خلیفہ نے اسے مسلمانوں کے وہ تمام اموال بخش دئے جنہیں وہ آپنے سفر کے دوران وصول کر کے لایا تھا تو پھر وہ خلیفہ کی طرف جھک گیا کیونکہ اس زمانہ میں عام طور سے لوگوں کی ایک جماعت کے اوپر زبردستی کا غلبہ تھا۔

اور یہ واضح ہے کہ رسول اللہ نے جو خمس، یا مدینہ کی اراضی کے غلات یا فدک جیسے سرمائے چھوڑے تھے اور ان کی ایک بڑی آمدنی تھی حضرت علی (علیہ السلام) ان کے ذریعہ ان تمام لوگوں کے منہ بند کر سکتے تھے۔ دوسرے یہ کہ حضرت علی (علیہ السلام) کے پاس ان کے مقابلہ کے لئے آسان حربہ یہ تھا جس کی طرف آپ نے خود بھی یہ کہہ کر اشارہ فرمایا ہے: ”احتجوا بالشجرة و اضاعوا الثمرة“ انہوں نے شجرہ (پیڑ) کو تو حجت بنا لیا

مگر اس کے پہل کو ضائع کر ڈالا۔ یعنی چونکہ اس وقت رائے عامہ اہل بیت (علیہم السلام) کی تقدیس اور ان کے احترام کے بارے میں متفق تھی اور انہیں رسول اللہ کی قرابتداری کی بنا پر ایک خاص امتیاز حاصل تھا اور یہی ان کی مخالفت کے برحق ہونے کی ایک مضبوط سند تھی۔